قرآن مجید کے منجانب اللہ ہونے کے دلائل

جدید سائنس کی روشنی میں

ڈاکٹر محمد عثمان

قرآن مجید کے کلامِ الٰہی ہونے کے جو دلائل اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں بیان فرمائے ہیں وہ دو اقسام پر مشتمل ہیں۔ پہلی قسم قرآن مجید میں تحدّی یعنی چیلنج کی شکل میں بیان ہوئی ہے۔ یہ چیلنج نہ صرف قریش کو بلکہ تمام دنیا کے منکرین کو سب سے پہلے سورۃ الطور کی اس آیت میں دیا گیا تھا:

فَلْيَاْتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖٓ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ ○ (آیت ۳۴)

"یہ (منکرین) اسی طرح کا کلام (بنا کر) لے آئیں اگر یہ سچے ہیں"۔

یہ چیلنج تین مرتبہ مکہ معظمہ میں اور آخری بار مدینہ منورہ میں دہرایا گیا[1] لیکن کوئی شخص بھی اس کا جواب دینے کی جرأت نہ اُس وقت کر سکا اور نہ اس کے بعد آج تک کسی کو یہ جرأت ہوئی کہ قرآن کے مقابلے میں کوئی انسانی تصنیف پیش کر سکے۔

دلائل کی دوسری قسم قرآن مجید کے وہ اعلانات ہیں جن کا تعلق آفاق وانفس کے حقائق سے ہے اور جن کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:۔

سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِى الْاٰفَاقِ وَفِىْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ
(حٰم السجدہ:۵۳)

"ہم عنقریب لوگوں کو اپنی (قدرت کی) نشانیاں آفاق میں بھی دکھائیں گے اور خود انسان کی ذات میں بھی یہاں تک کہ ان پر ظاہر ہو جائے گا کہ یہ (قرآن) واقعی برحق ہے"۔

اس مضمون میں اسی دوسری قسم کے دلائل سے بحث کی گئی ہے اور یہ قرآن کا اعجاز ہے

---

[1] ملاحظہ ہو سورۃ ہود آیت ۱۳' سورۃ یونس آیت ۳۸' سورۃ بنی اسرائیل آیت ۸۸ اور سورۃ البقرہ آیت ۲۳۔

کہ کائنات اور انسان کے بارے میں اس نے جو اعلانات آج سے چودہ سو سال پہلے کئے تھے جدید سائنس ان کو "انکشافات" کی شکل میں پیش کر رہی ہے۔ فللّٰہ الحمد!

۱۔ تخلیقِ کائنات

تخلیقِ کائنات کے بارے میں سائنس کا "انکشاف" یہ ہے کہ ابتدا میں کائنات کی شکل ایک تودے (Mass) کی تھی۔ آج سے پندرہ ہزار ملین سال پہلے اس تودے کے اندر ایک زبردست دھماکہ (Big Bang) ہوا جس کے نتیجہ میں ہمارا نظامِ شمسی (Solar System) اور کہکشائیں (Galaxies) وجود میں آئیں۔ ۱۹۲۰ء میں ایڈون ہبل نے "بگ بینگ" کا نظریہ پیش کیا تھا۔ ماہرین فلکیات کی تحقیق سے اب "بگ بینگ" کا نظریہ پایۂ ثبوت کو پہنچ چکا ہے۔

اب اس بارے میں قرآن کا اعلان سنئے:

اَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا (الانبیاء:۳۰)

"کیا منکرین (حق) نے (اس بات پر) نظر نہیں کی کہ آسمان و زمین (ایک دوسرے سے) ملے ہوئے تھے، پھر ہم نے انہیں الگ الگ کیا"۔

قرآن کے وحیِ الٰہی ہونے پر اس سے بڑی شہادت اور کیا ہو سکتی ہے!

۲۔ توسیعِ کائنات

۱۹۴۸ء میں کیلیفورنیا یونیورسٹی نے کوہ پیلومر (Palomar) پر ایک ایسی دوربین نصب کی جس کے شیشے (lens) کا قطر دو سو انچ تھا۔ اس سے آسمانوں کی لامحدود وسعتیں سامنے آئیں۔ اس دوربین کے ذریعہ فلک شناسوں نے دیکھا کہ کہکشائیں ہم سے، نیز ایک دوسرے سے دور بھاگی جا رہی ہیں اور کائنات میں زبردست توسیع ہو رہی ہے[۲]۔ کتنی حیرت انگیز ہے یہ حقیقت کہ آج سے چودہ سو سال پہلے جب عربوں کے پاس کوئی فلک بین دوربین نہ تھی، قرآن نے یہ اعلان کیا:

وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ○ (الذاریات:۴۷)

"ہم نے آسمان کو اپنے دست (قدرت) سے بنایا اور ہم اس میں توسیع کرتے رہیں گے"۔

۲۔ چلڈرن انسائیکلوپیڈیا لندن ۱۹۷۵ء صفحہ ۱۲۳

۳۔ سورج کا متحرک ہونا

پندرھویں صدی میں پولینڈ کے ایک ماہرِ فلکیات نکولس کاپر نیکس (Nicholas Copernicus) نے انکشاف کیا کہ سورج ساکن ہے اور زمین اس کے گرد گھوم رہی ہے۔ کاپر نیکس کے اس اعلان سے دنیائے اسلام میں اضطراب کی ایک لہر دوڑ گئی کیونکہ قرآن سورج کو متحرک قرار دیتا تھا۔ از روئے الفاظ قرآنی:

وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذٰلِکَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِO
(یٰس:۳۸)

"اور سورج اپنے ٹھکانے کی طرف چلا جا رہا ہے۔ یہ اندازہ ٹھہرایا ہوا ہے اس زبردست اور باخبر (ہستی) کا"۔

چونکہ اس وقت مسلمانوں کے پاس نہ رصد گاہیں (Observatories) تھیں اور نہ فلک بینی کے آلات اس لئے وہ کاپر نیکس کے "انکشافات" کی تردید نہ کر سکے۔ لیکن قرآن کی حفاظت کا ذمہ خود اللہ تعالیٰ نے لیا ہوا ہے جیسا کہ سورۃ الحجر میں ارشاد ہوا ہے:

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَO (آیت ۹)

"بے شک یہ ذکر (قرآن) ہم ہی نے نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں"۔

چنانچہ باری تعالیٰ نے قرآن کے سورج کو متحرک قرار دینے کی تائید کا انتظام خود کیا اور یورپ میں ایسے منجّم پیدا کر دیئے جنہوں نے سالہا سال کے مشاہدہ و تحقیق کے بعد پورے وثوق سے اعلان کیا کہ سورج کسی نامعلوم منزل کی طرف جا رہا ہے۔ ان میں سرفہرست سر فریڈرک ولیم ہرشل (۱۷۳۸۔۱۸۲۲) تھا۔ اس کا قول ہے:

"The sun is travelling in space." (سورج خلا میں سفر کر رہا ہے)[۳]

سورج کی منزل کون سی ہے اس کی وضاحت نہ قرآن نے کی ہے نہ ہرشل نے، لیکن قرآن نے چودہ سو سال پہلے جو دعویٰ کیا تھا وہ سائنس کو آخر کار تسلیم کرنا پڑا۔

۴۔ حمل آور ہوائیں

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

۳۔ ملاحظہ ہو ایف میسن کی تصنیف گریٹ ڈیزائن ۱۹۷۲ء صفحہ ۲۴

وَاَرْسَلْنَا الرِّيٰحَ لَوَاقِحَ (الحجر:۲۲)
اور "ہم نے حمل آور ہوائیں چلائیں"۔

آج سے تقریباً دو سو سال پہلے اس حقیقت کا "انکشاف" ہوا کہ تمام پھول والے پودوں میں جن کی انواع ڈھائی لاکھ کے قریب ہیں کچھ نر ہوتے ہیں اور کچھ مادہ۔ نر پودوں میں زرد رنگ کے ذرات ہوتے ہیں جو پولن (Pollen) کہلاتے ہیں۔ اگر یہ ذرات مادہ پودوں تک نہ پہنچیں تو بیج اور پھل نہیں لگتے۔ قدرت ان ذرات کو مادہ پھول تک پہنچانے کے لئے کئی طریقے استعمال کرتی ہے۔ عموماً یہ کام ہواؤں سے لیا جاتا ہے جو پولن کو اڑا کر مادہ پھولوں پر ڈال دیتی ہیں۔ چونکہ پولن کی تقسیم کا سب سے بڑا ذریعہ ہوائیں ہیں اس لئے قرآن نے انہی کے ذکر پر اکتفا کیا ہے۔ قرآن میں ایک ایسی حقیقت کا ذکر جس کا انکشاف صرف دو سو سال پہلے ہوا تھا قرآن کے منجانب اللہ ہونے کا صریح ثبوت ہے۔

۵۔ سبز درخت سے آگ

ماہرینِ ارضیات کی تحقیق یہ ہے کہ کوئلہ کی تخلیق درختوں سے ہوئی۔[۵] آج سے ہزاروں سال پہلے جب انسانوں کی تعداد کم تھی زمین پر دُور دُور تک جنگل پھیلے ہوئے تھے۔ بڑی بڑی جھیلوں اور دریاؤں کے کنارے اونچی اور گھنی کائیاں تھیں۔ زلزلوں کی وجہ سے یہ کائیاں اور جنگلات زمین میں دب گئے تھے۔ زمین کے دباؤ اور دیگر کیمیائی تغیرات سے وہ پہلے نسواری رنگ کے گوند میں تبدیل ہو گئے۔ بعد میں یہی گوند کالا ہو کر کوئلہ بن گیا۔ آج ہم زمین سے یہی کوئلہ نکال کر جلاتے ہیں۔ سائنس کا یہ "انکشاف" قرآن میں اس طرح بیان ہوا ہے:

اَلَّذِیْ جَعَلَ لَکُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا فَاِذَآ اَنْتُمْ مِّنْهُ تُوْقِدُوْنَ۝ (یٰس:۸۰)
"اللہ نے سبز درختوں سے آگ (کوئلہ) کا سامان کیا جسے تم سلگاتے ہو (یا سلگاؤ گے)"

۴۔ دی مریکل آف لائف (The Miracle of Life) از ہیرلڈ وھیلر (Wheeler Herald) مطبوعہ بمبئی

۵۔ کیکسٹن انسائیکلوپیڈیا لندن۔ ۱۹۶۹ء جلد ۵ صفحہ ۱۰۶۴

۶۔ زیرِ زمین پانی (Underground Water)

سولھویں صدی عیسوی تک دنیا کو معلوم نہ تھا کہ زیرِ زمین پانی کا مبدأ یا منبع کیا ہے۔ ۱۵۸۰ء میں برنارڈ پالیسی (Bernard Palissy) نے انکشاف کیا کہ زیرِ زمین پانی کا سبب بارشوں کا پانی ہے جو زمین میں سرایت کرتا ہوا زیرِ زمین پہنچ جاتا ہے[۶]۔ یہ حقیقت قرآن میں اس طرح بیان ہوئی ہے:

وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ فِي الْاَرْضِ (المومنون:۱۸)

"اور ہم ہی نے (ایک خاص) اندازے کے ساتھ آسمان سے پانی برسایا، پھر اسے (حسب ضرورت) زمین میں ٹھہرائے رکھا"۔

فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَاَسْقَيْنٰكُمُوْهُ وَمَا اَنْتُمْ لَهٗ بِخٰزِنِيْنَ۝ (الحجر:۲۲)

"پس ہم ہی آسمان سے پانی برساتے ہیں، پھر ہم ہی وہ (پانی) تمہیں پلاتے ہیں، اور تم نے اسے ذخیرہ کر کے نہیں رکھا تھا"۔

۷۔ علم الجنین (Embryology) کی شہادت

(ا) استقرارِ حمل: سورۃ الدہر میں ارشاد ہوا:

اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ (آیت ۲)

"ہم نے انسان کو مخلوط نطفے سے پیدا کیا"۔

ازمنۂ قدیم میں استقرارِ حمل کے بارے میں غلط تصورات پائے جاتے تھے اور قرآن کے اعلان سے پہلے یہ حقیقت دنیا پر منکشف نہ ہوئی تھی کہ استقرارِ حمل مخلوط نطفے (Fertilised Ovum) کا نتیجہ ہے۔ قرآن کے اس اعلان کے کئی صدیوں بعد سائنس نے اس حقیقت کو تسلیم کیا[۷]۔

۶۔ بائبل، قرآن اور سائنس (The Bible, The Quran and Science) مصنف مارس بکائیل (Maurice Bucaille)۔ انگریزی ترجمہ از الیسٹیر ڈی پینل (D. Pannel Atastair) اور حیدر علی مولجی طہ مطبوعہ کراچی ۱۹۸۰ء

۷۔ ملاحظہ ہو (The Developming Human by Keith Moore) مطبوعہ ڈبلیو بی سانڈرز کمپنی ۱۹۸۲ء صفحہ 12C

(ب) مدارجِ ستہ:[8] سورۃ المومنون میں ارشاد ہوتا ہے:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ○ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ○ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ (آیات ۱۲-۱۴)

"اور (دیکھو) یہ واقعہ ہے کہ ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کیا، پھر ہم نے اسے ایک محفوظ جگہ نطفہ بنا کر رکھا، پھر ہم نے نطفہ کو خون کا لوتھڑا بنا دیا، پھر ہم ہی نے لوتھڑے کی بوٹی بنائی، پھر بوٹی کی ہڈیاں بنائیں، پھر ہڈیوں پر گوشت چڑھایا، پھر (دیکھو کس طرح) ہم نے اسے ایک دوسری ہی طرح کی مخلوق بنا کر کھڑا کیا"۔

یعنی نوعِ انسانی کا آغاز آدم علیہ السلام سے کیا گیا جو ایک ایسے جوہر سے بنائے گئے تھے جو مٹی کا خلاصہ تھا۔ پھر آگے نسلِ انسانی کا سلسلہ توالد و تناسل سے جاری ہوا جیسا کہ سورۃ السجدہ میں فرمایا: "پھر ہم نے اس کی نسل نچڑے ہوئے حقیر پانی (مَاءٍ مَّهِيْن) سے چلائی۔ چنانچہ مندرجہ بالا آیات (۱۳-۱۴) میں ان مدارج کا بیان ہے جن سے رِحمِ مادر میں بچہ گزرتا ہے۔ یہ مدارج چھ ہیں:

۱۔ نطفہ یعنی مرد کا جنسی خلیہ (Sperm) فرج اور رِحم سے گزرتا ہوا رحم کی نالی میں داخل ہوتا ہے، وہاں عورت کے جنسی خلیہ (Ovum) میں داخل ہو کر اس طرح ٹِک جاتا ہے گویا اپنے اصلی مکان میں پہنچ گیا۔ اس حالت کو قرآن نے "قَرَارٍ مَّكِيْنٍ" سے تعبیر کیا ہے۔ ان جنسوں کے خلیوں کے ملاپ سے جو شے وجود میں آتی ہے وہ ہے مخلوط نطفہ یعنی استقرارِ حمل (Fertilised Ovum) جس کا ذکر اوپر آگیا ہے۔

۲۔ استقرار کے فوراً بعد نطفہ بڑھنے لگتا ہے اور پانچ سے سات دن کے اندر یہ جنین کی شکل اختیار کر لیتا ہے جو صرف خوردبین ہی سے دیکھا جا سکتا ہے۔ یہ جنین رحم میں داخل ہو کر رحم کی دیوار سے پیوست ہو جاتا ہے۔ قرآن نے اس کو "عَلَقَة" یعنی جونک سے تعبیر کیا ہے۔

۳۔ جب یہ "عَلَقَة" بڑھتا ہے تو اس میں گوشت کی صلابت (سختی) پیدا ہو جاتی ہے۔ قرآن نے

۸۔ ترجمان القرآن از مولانا ابوالکلام آزاد جلد ۲ صفحہ ۵۳۸-۵۴۴ مطبوعہ مکتبہ سعید کراچی

اس کو "مُضْغَۃ" سے تعبیر کیا ہے۔

۴۔ اس حالت میں ریڑھ کی ہڈی کا ڈھانچہ "مُضغہ" میں نشوونما پاتا ہے۔ قرآن نے اس حالت کو "خَلَقْنَا الْمُضْغَۃَ عِظَامًا" سے تعبیر کیا ہے۔

۵۔ اس حالت میں ہڈیوں اور گوشت پوست سے مل کر ایک حیوانی صورت وجود میں آتی ہے۔ قرآن نے اس کو "کَسَوْنَا الْعِظَامَ لَحْمًا" سے تعبیر کیا ہے۔

۶۔ نقاشِ قدرت کی دستکاری اب جنین میں ایک عظیم انقلاب برپا کرتی ہے اور انسانی جسم و صورت کی خصوصیات یکایک ابھرنے لگتی ہیں اور انسانی شکل اپنی تمام رعنائیوں کے ساتھ وجود میں آجاتی ہے۔ اس آخری حالت کو قرآن نے "خَلْقًا اٰخَرَ" سے تعبیر کیا ہے۔

کتنی حیرت انگیز ہے یہ حقیقت کہ آج سے چودہ سو سال پہلے جب کہ علم الجنین (Embryology) نہایت ناقص حالت میں تھا قرآن نے ان مدارج ستہ کا اعلان کیا جو جدید علم الجنین کے ٹھیک ٹھیک مطابق ہیں!

تَنْزِیلُ الْکِتَابِ لَا رَیْبَ فِیْہِ مِنْ رَّبِّ الْعَالَمِیْنَ ○

"اس کتاب کا اتارا جانا بلاشبہ رب العالمین کی طرف سے ہے" (السجدہ: ۲)

(ج) "ماء دافق" (اچھلنے والا پانی): سورۃ الطارق میں فرمایا:

خُلِقَ مِنْ مَاءٍ دَافِقٍ ○ یَخْرُجُ مِنْ بَیْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَائِبِ ○ (آیات ۶-۷)

"وہ (انسان) پیدا کیا گیا ہے ایک اچھلنے والے پانی سے جو ریڑھ اور سینے کی ہڈیوں کے درمیان سے نکلتا ہے"۔

اچھلنے والے پانی سے مراد قطرۂ منی ہے جو انزال کے وقت اچھل کر نکلتا ہے۔ پہلے زمانے میں خیال کیا جاتا تھا کہ مادۂ منویہ (Seminal fluid) انسان کے تمام اعضاء سے برآمد ہوتا ہے اور عورت کے بدن کی رگوں سے بھی جو سینے کے مقام پر ہیں اترتا ہے۔ لیکن جدید طبی تحقیقات نے اس نظریہ کو غلط ثابت کر دیا ہے۔ چنانچہ علم الجنین کی رُو سے یہ ثابت شدہ حقیقت ہے کہ جنین (Foetus) کے اندر خصیے (Testicles) جن میں مادۂ منویہ پیدا ہوتا ہے گردوں کے قریب ریڑھ اور سینے کی ہڈیوں کے درمیان ہوتے ہیں' جہاں سے یہ آہستہ آہستہ فوطوں میں اترتے ہیں لیکن ان کے اعصابی مرکزی تحریک کا مقام وہیں رہتا ہے بلکہ ان کو خون پہنچانے والی

شریان پیٹھ کے قریب شہ رگ (Aorta) سے نکلتی ہے اور پورے پیٹ سے گزرتی ہوئی ان تک پہنچتی ہے۔ اس طرح حقیقت میں خصیے پیٹ ہی کا جزو ہیں۔ جو مادۂ منویہ ان میں بنتا ہے وا کیسۂ منویہ (Seminal Vesicles) میں جمع ہوتا ہے اور جب اعصابی مرکز کی تحریک سے کیسۂ منویہ سکڑتا ہے تو مادۂ منویہ اچھلتے ہوئے پانی کی صورت میں نکلتا ہے۔ اس طرح قرآن کا بیان ٹھیک ٹھیک جدید طبی تحقیق کے مطابق ہے۔

بقیہ: حرفِ اوّل

نہیں امید کی ایک روشن کرن بھی قرار دیا جاسکتا ہے جہاں نہ صرف یہ کہ کالج کی نصابی علیم کے ساتھ ساتھ ابتدائی دینی تعلیم بالخصوص عربی زبان کی تدریس اور قرآن حکیم کے لفظی ترجمے کے علاوہ اس کے منتخب مقامات کی تشریح و توضیح کا اہتمام بھی ہوتا ہے بلکہ کلاسوں کے انعقاد میں بھی باقاعدگی اور پابندی پائی جاتی ہے۔ گویا طلبہ کو بھرپور موقع فراہم کیا جاتا ہے کہ وہ ایک پرسکون ماحول میں پوری یکسوئی اور لگن کے ساتھ حصولِ تعلیم کرسکیں اور ایف اے اور بی اے کرنے کے ساتھ ساتھ قرآن حکیم اور اس کے مفہوم و معارف کے ساتھ ایک ذہنی رشتہ استوار کرسکیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہمارے قارئین اور احباب اس تعلیمی کام کی اہمیت کو محسوس کریں اور قرآن کالج کے وجود کو غنیمت سمجھتے ہوئے اپنی اولاد کے لئے یہ طے کرلیں کہ انہیں اسی کالج سے تعلیم دلوائیں گے۔

زیر نظر شمارے میں لندن سے شائع ہونے والے "امپیکٹ انٹرنیشنل" سے ایک صحافی خاتون "میری واکر" کا ایک مختصر مضمون (بزبان انگریزی) شامل کیا گیا ہے۔ "میری واکر" بطور رابطہ انچارج اس ٹیم میں شامل تھیں جس نے بی بی سی - ۲ کی فلم "اسلام زندہ ہے" کی تیاری میں حصہ لیا، جس میں دو سال سے زائد کا عرصہ لگا اور انیس کے قریب مختلف ممالک میں جاکر انہیں مسلمان خواتین سے ملنے کا موقع ملا۔ اس دوران میں انہیں جو مشاہدات حاصل ہوئے اور اسلام کے سماجی نظام کی حقانیت ان پر جس طور سے منکشف ہوئی اس کا ذکر انہوں نے اپنے مضمون "A world where womanhood reigns supreme" میں کیا ہے۔ اس مضمون میں مغربی تہذیب کے دلدادہ افراد کے لئے غور و فکر کا بہت سا مضمون موجود ہے جو اسلام کے قوانین ستر و حجاب کو غیر مہذب اور فرسودہ قرار دیتے اور مغربی تہذیب و تمدن کو اپنا آئیڈیل گردانتے ہیں۔